اتباعِ ھویٰ اور ایسر المذاہب میں راہ اعتدال

Ittibā'e Hawā (Following Lower Self) and Just Path in Flexible School of Thought

مقالہ نگار: **رفیع اللہ**

پی ایچ ڈی سکالر، ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا

rafi.qureshi3032@gmail.com

معاون مقالہ نگار: **ڈاکٹر فرہاد اللہ**

ایسوسی ایٹ پروفیسر آف اسلامک سٹڈیز، ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا

farhadullah@hitecuni.edu.pk

ABSTRACT

Issues about which the *Shari'ah* does not state any decisive and categorical order, such as the *Shari'ah* does in liquor, interest, adultery, etc. rather by keeping in view their ease and convenience it gives them a prospective stance and statement in terms of flexibility and convenience. So, in such matters, the consultation in the opinion of the jurists is that what *Shari'ah* intends in order to meet the needs of time. But it is important that this decree be based on the will of the *Shari'ah* for general public purposes, rather than by a selfish desire, and in their implication, there should be nothing wrong in the interpretation of basic principles of *Shari'ah*. Jurisprudence is referred to numerous opinions a certain definite opinion takes the status of *Maḍhab*, sometimes inter-religious second opinion and sometimes external opinion may also have the status of religion, but in this case the coherence of principles relevance is very important because a system of principles lies behind the opinions, it is absolutely necessary to accept a stranger's opinion and to reconcile it with the remaining principles, otherwise a contradiction, feasibility and ambition will arise.

Keywords: *Ittibā'e Hawā*, capriciousness, easiest, *almadhahib*, *Shari'ah*

تمہید:

اسلام دینِ فطرت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جس طبیعت پر پیدا کیا ہے اُس کا اصل تقاضا دینِ اسلام ہے اس لیے یہ ضروری تھا کہ اس کے احکام میں لوگوں کے احوال وصفات اور ان کے سکونت اور زمانے کا خیال رکھا جاتا، اسی لیے دینی فرائض یعنی عبادات میں مکلفین کے حالات، انفرادی استعداد اور موقع ومناسبت کی حد درجہ رعایت رکھتے ہوئے ہر عمل کی تکلیف (ذمہ داری) کو استطاعت اور قدرت سے مشروط کیا ہے؛ جبکہ معاملاتِ زندگی میں معقول ترین، آسان ترین اور مؤثر ترین انداز اپنانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ قرآن وسنت میں عفو درگزر، رواداری، آسانی، نرمی اور تیسیر کے ہدایات جابجا دیے گئے ہیں اور اس میں سختی، تنگی، حرج

اور قساوتِ قلبی سے کام لینے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔[1] "اللہ پاک تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی نہیں کرنا چاہتا"۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔[2] "اور (اللہ تعالیٰ نے) دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی"۔

"لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔[3] "اللہ تعالیٰ کسی نفس کو ایسی بات کا مکلّف نہیں بناتے جو اس کی وسعت سے باہر ہو"۔

نبی کریم ﷺ نے دینِ اسلام کی صفتِ تیسیر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

«إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ»۔[4]

"دین بہت آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی کرے گا تو وہ اس پر غالب آجائے گا۔ (نتیجتاً خود پیدا کردہ سختی کا متحمل نہیں ہو سکے گا) پس تم لوگ راست و میانہ روی اختیار کرو اور (ایک دوسرے سے) قریب رہو اور خوش ہو جاؤ (کہ تمہیں ایسا آسان دین ملا ہے) اور صبح اور دوپہر کے بعد اور کچھ دیر رات میں عبادت کرنے سے قوت حاصل کرو"۔

اور ایک موقع پر آپ ﷺ نے خود اپنی مقصدِ بعثت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

« إن الله لم يبعثني معنتا، ولا متعنتا، ولكن بعثني معلما ميسرا»۔[5]

"اللہ پاک نے مجھے سختی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے نہ تکلیف دینے والا بنا کر بھیجا ہے، بلکہ اس نے مجھے آسانی کرنے والے معلم کی حیثیت سے مبعوث فرمایا ہے"۔

آنحضرت ﷺ نہ صرف لوگوں کے لیے آسانی اور تیسیر کو پسند کرتے تھے؛ بلکہ آپ ﷺ نے اسلام کے مبلغین اور معلمین کو ہمیشہ یہ تاکید فرمائی کہ وہ دین کو پیچیدہ اور دشوار بنا کر پیش نہ کریں۔ چنانچہ معاذ بن جبل اور موسیٰ اشعری کو یمن کے لیے جب روانہ کیا تو انہیں فرمایا:

«يسرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفرا، وتطاوعا»۔[6] "سختیوں سے اجتناب اور آسانیاں پیدا کرنا، لوگوں کو خوشیوں کے پیغام دینا اور نفرتیں نہ پھیلانا اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا"۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے عوام الناس کو بھی یہی نصیحت فرمائی ہے کہ وہ باہم آسانی اور تیسیر سے کام لیں، شدت اور مشکلات پیدا کرنے سے پرہیز کریں۔

«يسروا ولا تعسروا، وسكنوا ولا تنفروا»[7]

"تم سختی کی بجائے آسانیاں پیدا کرو اور آپس میں باہم سکون کے ساتھ رہو اور نفرتوں سے ہر حال میں بچتے رہو"۔

لہذا جیسے دین میں آسانی و نرمی اختیار کرنا اور سختی اور تشدد سے بچنا مطلوب ہے تو اسی طرح اجتہادی اختلافی مسائل میں دلیل کی قوت

وضعف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بغیر آسانیوں اور رخصتوں کے پیچھے پڑنا یا احکام پر عمل کرنے میں شدت اور سختی اختیار کرنا، دونوں اتباع ھویٰ کے زُمرے میں آتا ہے۔

موجودہ دور میں شرعی احکام پر عمل کرنے کی بابت مسلمانوں میں دو طرح کے مزاج کے لوگ پائے جاتے ہیں، ایک تو اس مزاج کے لوگ ہیں جو نفلی، مستحبات اور دینی و دنیاوی فرائض کی ادائیگی میں بے جا سختی کرتے ہیں اور شریعت کی جانب سے دئے گئے رخصتوں اور آسانیوں سے مستفید نہیں ہوتے اور ان کے برعکس کچھ لوگ اس مزاج کے بھی ہوتے ہیں جو کہ شرعی احکام میں فقہاء کے اختلافات کو بنیاد بنا کر ہر وقت آسانی والے قول کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ تو یہ دونوں رویّے افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔

زیرِ نظر مقالہ میں ہم دینِ اسلام کی آسانی اور تیسیر کے پہلو کو اُجاگر کرتے ہوئے اور اتباع ھویٰ سے بچتے ہوئے راہِ اعتدال کی طرف چند اشارات کے ساتھ چند تجاویز پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

1-اتّباع کا مفہوم

اتباع کا معنی ہے "پیروی کرنا، تابع داری کرنا اور پیچھے چلنا" یعنی کسی کے نقشِ قدم پر چلنا ہے۔[8]

اتباع کے اقسام

اتباع کی دو مشہور اقسام ہیں، "ھویٰ" (یعنی خواہشاتِ نفس) اور "ھُدیٰ" (یعنی انبیاء علیہم الصلاۃ السلام کی لائی ہوئی ہدایات) یہی دو چیزیں ہیں جن پر خیر و شر کے سارے سلسلہ کی بنیاد ہے اور جن سے انسانوں کی سعادت یا شقاوت وابستہ ہے، ہر گمراہی اور بدعملی اتباع ھویٰ کا نتیجہ ہے جس طرح کہ ہر خیر اور ہر نیکی اتباع ھدیٰ سے پیدا ہوتی ہے، لہذا حقیقی ایمان جب ہی نصیب ہو سکتا ہے کہ ھویٰ کو (یعنی اپنے نفس کی چاہتوں کو) ھدیٰ کے (یعنی اللہ پاک کی جانب سے آئی ہوئی ہدایات و تعلیم کے) تابع کر دیا جائے۔

اتّباع ھویٰ

اتباعِ ھویٰ قرآن حکیم کی رو سے حق سے منہ موڑ کر اپنی نفسانی خواہش اور ذاتی مفاد کی تکمیل کا نام ہے۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔[9] "بلکہ ظالم لوگوں نے بغیر علم کے اپنے خواہشات کی پیروی کی"۔

لہٰذا جس نے ھدیٰ کی بجائے ھویٰ کی غلامی اختیار کی اور ربّانی ہدایت کو چھوڑ کر نفسانی خواہشات کے تابع ہو گیا، تو گویا خود ہی اس نے مقصدِ ایمان کو پامال کر دیا، قرآن پاک میں ایسوں ہی کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے خواہشات نفس کو اپنا خُدا بنا رکھا ہے:

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ۔[10] "کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا خدا بنالیا ہو؟"۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے: وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔[11]

"جو شخص اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنے جی کی چاہت پر چلے اس سے زیادہ گمراہ اور غلط اور کون ہو سکتا ہے، اللہ ظالم لوگوں کو اپنی راہ پر نہیں لگاتا"۔

کیا اللہ پاک نے خواہشات پر مکمل پابندی لگائی ہے؟

دینِ اسلام کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اپنے خواہشاتِ نفس پر قابو پانا ہے؛ لیکن اللہ پاک نے ہمیں اس بات کا بھی مکلف نہیں بنایا کہ تم اپنی ہر خواہش کو دبادو، بھوک لگ رہی ہے تو کھانا نہ کھاؤ، پیاس لگ رہی ہے تو پانی نہ پیو، جنسی خواہش ہے تو جائز طریقے سے بھی پوری نہ کرو، بلکہ اللہ پاک نے فرمایا:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔[12] "اللہ پاک تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی نہیں کرنا چاہتا"۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ[13] "اور (اللہ تعالیٰ نے) دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی"۔

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔[14] "اللہ تعالیٰ کسی نفس کو ایسی بات کا مکلّف نہیں بناتے جو اس کی وسعت سے باہر ہو"۔

اللہ تعالیٰ نے خواہشات پر مکمل پابندی نہیں لگائی، لیکن یہ فرمادیا کہ چند چیزیں ایسی ہیں جن کی طرف تمہارا دل مائل ہوگا، بس ان سے اپنے آپ کو بچالینا، یہی صبر اور تقویٰ ہے۔ اور اس برعکس "اتباع ھویٰ" یعنی خواہشاتِ نفس کے پیچھے چل پڑنا یعنی جائز و ناجائز، حلال و حرام اور مناسب و نامناسب دیکھے بغیر جو کچھ دل میں آرہا ہے، آدمی وہ کرتا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اتباع ھویٰ کی مذمت بیان کی ہے۔ فرمایا:

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ۔[15] "تم خواہشاتِ نفس کے پیچھے مت چلنا کہ وہ تم کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی"

اور ایک جگہ فرمایا: وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى، فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى۔[16]

"ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہوگا۔ تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے"

آدم علیہ السلام اور حواہ علیہا السلام کے بارے میں فرمایا:

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ۔[17]

"اور جہاں کہیں سے چاہو جی بھر کے کھاؤ، مگر اس درخت کے پاس بھی مت جانا، ورنہ تم ظالموں میں شمار ہوگے"۔

تو جائز خواہشات کی چھوٹ بھی دیدی اور کچھ چیزوں کی ممانعت بھی کردی، اور آزادی دے دی کہ اپنی مرضی سے جس راہ کو چاہو اختیار کرسکتے ہو، اور یہی انسان کی آزمائش ہے، کہ وہ خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتا ہے، یا اللہ اور اس کے رسول کی راہ پر چلتا ہے۔

2-آسانی و تیسیر کے لیے رخصتوں کو تلاش کرنا

آسانی اور تیسیر کی غرض سے رخصتوں کے پیچھے پڑنا اور ہر فقہی مذہب سے آسان مسائل تلاش کرنا، تاکہ ان آسان مسائل پر عمل کرکے مشکل مسائل سے بچا جائے۔ تو یہ منہج متاخرین کے ہاں تلفیق کہلاتا ہے۔ اہل علم کے ہاں تتبع رخص کے جواز و عدم جواز میں

عدمِ جواز میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہل علم اس کے مطلقاً جواز کے قائل ہیں اور بعض مطلق اس کے عدمِ جواز کے قائل ہیں جبکہ بعض مشروط طور پر اس کی اجازت دیتے ہیں۔

1- مطلق جواز

مجوزین میں سے حنفی فقہ کے مشہور عالم کمال الدین ابن ہمام (861ھ) اور ان کے شاگرد ابن امیر الحاج (879ھ) نے ''التحریر و شرح التحریر'' میں تلفیق کے بابت تحریر کرتے ہیں: (خلاصہ کلام) "مقلد کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جس کی چاہے تقلید کرے اور اسی طرح عامی شخص کے لیے بھی کہ وہ کسی مسئلے میں ایسے مجتہد کی بات کو لے جو اس کے لیے آسان ہو یعنی ہر مذہب میں مکلّف اگر رُخص کی تلاش کریں تو اس میں کوئی حرج و ضرر نہیں ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لیے سہولت والے کام کو پسند کرتے تھے"[18] ۔ ابوالسعود العمادی حنفی (983ھ) نے بھی اپنے فتاویٰ میں اسے جائز قرار دیا ہے۔[19] ان کے علاوہ وہبہ زحیلی نے تحریر کیا ہے کہ قاضی طرطوسی (758ھ) اور ابن عابدین شامی (1252ھ) جواز کے قائل نظر آتے ہیں۔[20] اور آپ مزید لکھتے ہیں: "متاخرین فقہاء مالکیہ کے ہاں راجح اور صحیح ترین بات یہ ہے کہ تلفیق جائز ہے"۔ عزبن عبد السلام (660ھ) کہتے ہیں، کہ صحابہ کرام کے زمانے میں مذاہب کے ظہور تک لوگ اپنے اپنے واقعات کے متعلق علماء سے پوچھتے رہتے تھے اور ان پر کوئی بھی انکار نہیں کرتا تھا کہ اس نے رخص کا اتباع کیا ہے یا عزائم کا۔ اسی طرح امیر بادشاہ (972ھ) بڑے شد و مد کے ساتھ تلفیق یعنی تتبع رخص کو درست سمجھتے ہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ مختلف مذاہب کی رخصتوں کو اختیار کرنے میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں؛ کسی بھی شخص کے لیے آسان مسلک پر عمل کرنا جائز ہے۔[21] فواتح الرحموت میں بھی اسی رائے کو صحیح مذہب قرار دیا گیا ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ احکامِ دین کو کھیل تماشا نہ بنایا جائے کہ جب دل چاہا عمل کر لیا اور جب چاہا چھوڑ دیا بلکہ مقصد اتباع شریعت ہو۔[22]

تتبع رخص کے جواز پر مجوّزین نے یہ دلیل دی ہے کہ جو شخص کسی معین مذہب کی تقلید نہ کرتا ہو، تو اس کے لیے تتبع رخص جائز ہے، کیوں کہ اگر ایسا قرار نہ دیا جائے تو عوام کی عبادتوں کا باطل ہونا لازم آئے گا۔ نیز یہ کہ عامی شخص کا کوئی معین مذہب نہیں ہوتا، اگرچہ وہ اس مذہب کو اپنا بھی لے، لیکن ہر آنے والے مسئلے میں اُس کا مذہب وہی ہوتا ہے جو اس کو مسئلہ بتانے والے مفتی کا ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تلفیق کے جواز کا قول تیسیر علی الناس یعنی لوگوں پر نرمی کرنے کے باب سے تعلق رکھتا ہے۔

2- مطلق عدمِ جواز

بعض اہل علم تتبع رخص کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں۔ جیسے سلیمان التیمی (187ھ) کہتے ہیں: "اگر تم ہر عالم کی بیان کردہ رخصتوں کو اختیار کرنے لگو تو تمہارے اندر سارا شر ہی جمع ہو جائے گا"۔[23] عزبن عبد السلام تقلید سے متعلق ایک سوال کے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: تقلید تو ائمہ اربعہ میں سے ہر کسی کی جائز ہے لیکن رخصتوں کی پیروی جائز نہیں۔[24] بدر الدین زرکشی (794ھ) نقل کرتے ہیں کہ رخصتوں کی تلاش میں رہنے والا شخص فاسق ہے۔[25] امام غزالی جو کہ اجتہادی مسائل میں تعددِ

حق کے قائل ہیں، لیکن ان کے ہاں بھی یہ طرز عمل درست نہیں ہے۔ غزالی کہتے ہیں: "جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ امام شافعی بڑے عالم ہیں اور ان کا مذہب درستی کے قریب تر ہے اس کے ظن غالب کے مطابق تو ایسے شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ محض اپنی خواہش نفس سے مخالف مذہب کی رائے کو اختیار کرے۔ اسی طرح عامی کے لیے بھی اس قدر توسع جائز نہیں کہ مختلف مذاہب میں سے ہر مسئلے میں پسندیدہ رائے چن لے۔ عامی کے لیے کسی مذہب کو (عمل کے لیے) ترجیح دے لینا ایسے ہی ہے جیسے مفتی دو متعارض دلیلوں میں سے ایک کو اپنے ظن غالب کی بنیاد پر ترجیح دیتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ہے (کہ جب اپنے ظن غالب سے ایک مذہب کو ترجیح دے دی تو اب دوسرے میں نہیں جا سکتا) اگرچہ ہم ہر مجتہد کو درست قرار دیتے ہیں"[26]

شاطبیؒ الموافقات میں تتبع رخص کے حوالے سے لکھتے ہیں: مقلد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی آسانی کی خاطر مختلف متعارض مسائل میں سے کسی بھی مسئلہ کو عمل کے لیے اختیار کرے کیوں کہ یہ تعارض نفس الامری نہیں بلکہ فہم مجتہد کے لحاظ سے ہے حقیقتاً تو ان میں ایک ہی صواب ہے۔ لہٰذا مقلد کے لیے ایک ہی صورتِ حال میں دو متعارض دلائل پر عمل کرنا اسی طرح جائز نہیں جیسے ایک مجتہد کے لیے دو متعارض دلائل سے استدلال کرنا جائز نہیں کیوں کہ اختلافی مسائل میں تخییر کا قول اختیار کرنا تکلیف (حکم شرعی) کو ساقط کرنے کے مترادف ہے جس کا مطلب یہ ہو گا کہ مکلف چاہے تو حکم پر عمل کرے چاہے تو ترک کر دے اور یہ بالکل تکلیف کو ساقط کرنا ہے اسی وجہ سے ابن حزم نے لکھا ہے کہ محض اپنی خواہش کی بناء پر رخصتوں کے پیچھے پڑنا فسق ہے۔ البتہ جسے اجتہاد کی صلاحیت حاصل ہو وہ ترجیح کی بنیاد پر کسی بھی ایک قول پر عمل کر سکتا ہے اس سے اتباع ھویٰ بھی لازم نہیں آئے گی اور نہ ہی تکلیف ساقط ہو گی۔[27]

3-مشروط طور پر جواز

پہلے دو فریقین کے برعکس بعض اہلِ علم کے نزدیک تتبع رخص علی الاطلاق جائز نہیں لیکن اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ دو مذاہب کو باہم اِس طرح اکٹھا نہ کیا جائے، کہ اس کے نتیجے میں تشکیل پانے والا عمل دونوں اماموں کے نزدیک باطل ہو۔[28]

اسی طرح فقہ اکیڈمی جدہ نے بھی درج ذیل شرائط کے ساتھ تتبعِ رخص کو جائز قرار دیا ہے۔

- فقہا کے جن اقوال کو اختیار کیا جائے وہ شرعاً معتبر ہوں شاذ اقوال نہ ہوں۔
- رخصت کے اختیار کرنے کا داعیہ کوئی حاجت و ضرورت ہو اور مقصد مشقت کو دور کرنا ہو، حاجت خواہ اجتماعی نوعیت کی ہو یا شخصی اور انفرادی قسم کی۔
- جو شخص رخصت اختیار کر رہا ہو خود اس میں اس قدر صلاحیت ہو کہ وہ اختیار کر سکے یا پھر کسی اہل شخص سے مدد لے۔
- رخصت کو اس طور پر اختیار نہ کرے کہ اس کے نتیجے میں تلفیق مذموم لازم آئے۔
- رخصت کی پیروی کو ناجائز کام کو جائز کرنے کا ذریعہ نہ بنائے۔

- رخصت حاصل کرنے والے کا دل بھی مطمئن ہو۔

ماحصل:

تینوں آراء کا تجزیہ کرنے کے بعد، تتبع رخص کے جواز و عدم جواز کے حوالے سے ابن صلاح کا مؤقف زیادہ مبنی بر انصاف معلوم ہوتا ہے، چنانچہ آپ کا بیان ہے کہ بعض اوقات مفتی فتوے میں تساہل اور انحلال سے کام لیتا ہے، جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنی فاسد غرض کو پورا کرنے کے لیے ناجائز یا مکروہ حیلے اختیار کرے اور شبہات کا سہارا لے کر اس شخص کے لیے رخصت تلاش کرے جسے نفع دینا مقصود ہو اور جسے تنگ کرنا مقصد ہو اس پر سختی کرے۔ جو شخص ایسا کرے اس نے اپنے دین کی اہانت کی؛ لیکن جس شخص کا مقصد درست اور نیت نیکی کی ہو اور کسی خلاف شریعت کام کو جائز کرنا مقصد نہ ہو اس کے لیے رخصتیں تلاش کرنے کے جواز میں کوئی شبہ نہیں، جن لوگوں کا کام ہی یہ ہے کہ حیلے تراش کر مفاسد کو جائز قرار دیا جائے، انہیں اس بات سے خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ سہولت اُن کے لیے نہیں ہے۔ [29]

3-شاطبیؒ کے مطابق اتباع ھویٰ اور تتبع رخص کا مفہوم

امام شاطبیؒ نے اپنی کتاب ''الموافقات'' میں کتاب الاجتہاد کے ضمن میں اتباع ھویٰ اور تتبع رخص کو تفصیل سے زیر بحث لایا ہے۔ ذیل میں ان میں سے اہم اور خاص نُکات کو ذکر کیا جاتا ہے:

1-شاطبیؒ کے مطابق اتباع ھویٰ کا مفہوم

اتباع ھویٰ کے حوالہ سے اس کے کلام کا ماحصل یہ ہے کہ: شرعی اَحکام پر عمل کرنے کے لیے آسانیوں اور رخصتوں کو تلاش کرنا یا احکام پر عمل کرنے میں شدت اور سختی اختیار کرنا، دونوں اتباع ھویٰ کے زُمرے میں آتے ہیں۔ کیوں کہ شریعت کی وضع کا مقصد ہی اتباعِ ھویٰ سے روکنا ہے۔

لہذا بلند درجہ والا مفتی وہ کہلاتا ہے، جو لوگوں کو اس معروف درمیانی راہ پر چلائے، جو لوگوں کی اکثریت کے لائق ہو۔ نہ تو انہیں سختی والی راہ پر چلائے اور نہ ہی بہت نرمی والی راہ کی طرف مائل ہو۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ شریعت جو چیز لائی ہے وہ صراط مستقیم ہے یعنی مکلف کے متعلق شارع کا مقصد اسے بلا افراط و تفریط درمیانی راہ پر چلانا ہے۔ اگر وہ افراط و تفریط کا شکار ہو گیا تو وہ شارع کے قصد سے نکل گیا۔ اسی لیے علمائے راسخین کے ہاں درمیانی راہ سے نکلنے والا مذموم ہے۔

اس کے علاوہ اس مؤقف (صراط مستقیم یعنی درمیانی راہ) کو نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے عمل سے سمجھا جا سکتا ہے، جس کی چند مثالیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

آنحضرت ﷺ نے تبتل (کنارہ کشی) کو مردود قرار دیا ہے۔ [30]

- معاذ بن جبل نے لوگوں کو لمبی نماز پڑھائی تو رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا: اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا چاہتے ہو؟[31]
- اسی طرح بخاری میں جماعت کی نماز میں امام کے طویل قرات کرنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے: تم میں سے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ (عوام کو عبادت سے یا دین سے) نفرت دلادیں، خبردار! تم میں لوگوں کو جو شخص بھی نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے۔ کیونکہ نمازیوں میں کمزور، بوڑھے اور ضرورت والے سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔[32]
- نیز آپ ﷺ نے فرمایا: دین بہت آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی کرے گا تو وہ اس پر غالب آجائے گا۔ (نتیجتاً خود پیدا کردہ سختی کا متحمل نہیں ہو سکے گا) پس تم لوگ راست و میانہ روی اختیار کرو اور (ایک دوسرے سے) قریب رہو اور خوش ہو جاؤ (کہ تمہیں ایسا آسان دین ملا ہے) اور صبح اور دوپہر کے بعد اور کچھ دیر رات میں عبادت کرنے سے قوت حاصل کرو۔[33]
- اسی طرح فرمایا: عمل اتنا ہی کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو۔ اللہ اجر دینے سے سیر نہیں ہوگا تاآنکہ تم خود عمل کرنے سے سیر ہو جاؤ گے۔[34]
- نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے، جس پر عامل ہمیشگی کرے خواہ وہ تھوڑا ہی ہو۔[35]
- آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو صوم وصال (مسلسل روزے رکھنے) سے منع فرمایا۔[36]

ان کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے اور بھی کئی ارشادات موجود ہیں، جس میں آپ ﷺ نے میانہ روی اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لہذا تیسیر اور شدت کی طرف نکل جانا عدل (میانہ روی) سے نکل جانے کے مترادف ہے جبکہ عدل ہی سے لوگوں کی مصلحت قائم ہوتی ہے اور شدت اور سختی کی طرف کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے اور آسانیوں کے پیچھے پڑنا، تو یہ بھی ایسی ہی ہے۔ کیوں کہ سائل کو جب شدت اور تنگی کی راہ پر لے جایا جائے گا تو اسے دین سے نفرت پیدا ہو جائے گی جو اسے آخرت کی راہ پر چلنے سے روک دے گا اور یہ بات مشاہدہ میں آچکی ہے اسی طرح جب اسے آسانیوں اور رخصتوں کے پیچھے لگادیا جائے گا تو غالب گمان یہ ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلنے لگیں گے اور سے شریعت سمجھیں گے جبکہ شریعت آئی ہی اس لیے ہے کہ خواہشات پر چلنے سے روکے اور خواہشات کی اتباع کے مہلک ہونے پر کثیر دلائل نصوص میں موجود ہیں۔[37]

2-شاطبی کے نزدیک تلفیق کا حکم

تلفیق کے حوالہ سے الموافقات مع حاشیہ کے کلام کا ماحصل یہ ہے: "کہ آسانی کے پیش نظر ہر مذہب کے رخصتوں کے پیچھے پڑنا اتباع ھویٰ ہے اگر مقلد ہر مذہب سے ہلکی اور آسان باتیں پسند کرتا ہے تو احمد اور مروزی ایسے آدمی کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ

فسق کرتا ہے اور اوزاعی کہتے ہیں کہ جو شخص علماء کے نادر اقوال لیتا ہے وہ اسلام سے خارج ہوا اور رخصتوں کے پیچھے لگنے والے کے فاسق ہونے پر ابن حزم نے اجماع نقل کیا ہے۔ بہر حال جب رخصتوں کے لیے تلاعب اور تتبع نہ ہو اور اس پر تلفیق (تطبیق کی ضد) مرتب نہ ہو، تو اس کے درست ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں بلکہ مذہب پورے کا پورا چھوڑنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں"۔

اس حوالے سے متاخرین ''جو ایک مذہب پر ہوتے ہوئے پورے طور پر دوسرے مذہب کی رخصتوں کو درست سمجھتے ہیں'' کا اعتراض یہ ہے کہ: اگر (تلفیق) سے منع کرنے والے ایسے امور سے منع کرتے ہیں جو ان امورِ اربعہ کے خلاف ہیں جن سے قاضی کا فیصلہ خراب ہوتا ہے تو اس حد تک تو ان کی بات درست ہے لیکن اگر ان کا ارادہ مکلف کو آسانی (تیسیر) سے روکنے کا ہے تو یہ ممنوع ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ: میں کشادگی کے میلان کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ (حدیث کا باقی حصہ یہ ہے کہ جس نے میری سنت کی مخالفت کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔) اور مذکورہ حدیث تلفیق کے جواز کا تقاضا کرتی ہے کیوں کہ یہ بندے کے ساتھ نرمی کی ایک قسم ہے اور شریعت کا بندوں پر مشقتوں کا قصد نہیں بلکہ مصالح کے حصول کا قصد رکھتی ہے۔

شاطبیؒ نے متاخرین (تلفیق کے مجوزین) کو جواب دیتے ہوئے لکھا ہے: کشادگی کے میلان سے مراد صرف ایسی کشادگی ہے جو اپنے اصولوں پر جاری ہونے کی شرط سے مقید ہو اور رخصتوں اور آسانیوں کے پیچھے لگنا اور مختلف اقوال میں سے اپنا پسندیدہ قول اختیار کرنا، کسی بھی طور سے مذکورہ حدیث اور شریعت کے مقصدِ تیسیر سے کسی بھی طور پر ثابت نہیں۔ گویا جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بعینہ یہی دعویٰ ہے تو پھر ہم کہتے ہیں: آسانیوں کو تلاش کرنا ایک ایسا میلان ہے جو نفوس کے خواہشات کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ شریعت خواہشات کی اتباع سے منع کرتی ہے اور یہ اعتراض اس متفق علیہ اصول کے بھی برعکس ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی: فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ [38] "اور اختلاف کا مقام تنازعہ ہی کا مقام ہوتا ہے۔ لہذا اسے نفوس کی خواہشات کی طرف لوٹانا درست نہیں"۔ اسے شریعت ہی کی طرف لوٹایا جائے گا اور ہر دو اقوال سے راجح کی وضاحت کرے گی اور اس کی اتباع واجب ہے نہ کہ نفس کی۔[39]

3-کیا رخصتوں کو ترک کرنا اور عزیمت اختیار کرنا شدت (سختی) ہے؟

عموماً سمجھا یہ جاتا ہے کہ رخصتوں کو ترک کرنا ہی سختی ہے اس میں میانہ روی (اعتدال) والی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ بات صریح طور پر غلط ہے کیوں کہ اعتدال ہی تو شریعت کا بہت اہم اصول ہے اور ام الکتاب ہے کیوں کہ شریعت درمیانی راہ پر چلنا ہے نہ کہ مطلق تخفیف پر[40]۔

4-بغیر کسی دلیلِ ترجیح کے رخص کی خاطر تخییر کا قول اتباع ھویٰ ہے

کسی مقلد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی آسانی کی خاطر مختلف متعارض مسائل میں سے کسی بھی مسئلہ کو عمل کے لیے اختیار کرے کیوں کہ یہ تعارض نفس الامری نہیں بلکہ فہمِ مجتہد کے لحاظ سے ہے حقیقتاً تو ان میں ایک ہی درست ہے۔ لہذا مقلد کے

لیے ایک ہی صورتِ حال میں دو متعارض دلائل پر عمل کرنا اسی طرح جائز نہیں جیسے ایک مجتہد کے لیے دو متعارض دلائل سے استدلال کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ اختلافی مسائل میں تخییر کا قول اختیار کرنا تکلیف (حکم شرعی) کو ساقط کرنے کے مترادف ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ مکلف چاہے تو حکم پر عمل کرے چاہے تو ترک کر دے اور یہ بالکل تکلیف کو ساقط کرنا ہے اسی وجہ سے ابن حزم نے لکھا ہے: "محض اپنی خواہش کی بناء پر رخصتوں کے پیچھے پڑنا فسق ہے"۔ البتہ جسے اجتہاد کی صلاحیت حاصل ہو وہ ترجیح کی بنیاد پر کسی بھی ایک قول پر عمل کر سکتا ہے اس سے اتباع ھویٰ بھی لازم نہیں آئے گی اور نہ ہی تکلیف ساقط ہو گی۔[41]

5-اللہ کی طرف سے ایک مخصوص شریعت کا مکلف بنانے کا مقصد

اللہ پاک کی طرف سے شریعت کی وضع ہی اسی وجہ سے ہوئی ہے کہ مکلف کو اس کے خواہشاتِ نفس کے داعیہ سے نکالا جائے لہذا اسے دو متعارض دلائل میں سے اختیار دینا اس مقصد واصل کو فوت کرنا ہے جو کسی بھی طرح مناسب نہیں؛ کیوں کہ ہر جزئیہ کسی نہ کسی خاص مصلحت پر مشتمل ہوتا ہے اور ان سب کا مجموعی مصلحت وکلیہ یہ ہے: انسان کو شریعتِ مطہرہ کے ذریعہ اپنے عقائد، اقوال اور اعمال میں ایک متعین قانون کے تحت داخل کرنا ہے تاکہ وہ حیوانات کی طرح محض اپنی خواہشات کے تابع ہو کر زندگی بسر نہ کرے بلکہ اللہ پاک کی طرف سے نازل کردہ شریعت کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے۔[42]

6-مقلدین کو متعین مخصوص مذاہب کا پابند بنانے کی حکمت

علماء کا کہنا ہے کہ اگر مقلدین کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ اپنی آسانی کی خاطر ائمہ مذاہب میں سے جس کے قول کو چاہے اختیار کرلے تو یہ اتباع ھویٰ کے زُمرے میں آتا ہے اور وضعِ شریعت کے مقصد کے خلاف ہے لہذا کسی بھی صورت میں یہ تخییر نہیں دی جا سکتی۔

7- تعلق یا لالچ وغیرہ کی غرض سے ایسا فتویٰ دینا جو عموماً نہیں دیا جاتا، اتباعِ ھویٰ ہے

اگر کوئی مفتی کسی لالچ وغیرہ کے غرض سے اپنے دوست، رشتہ دار یا کسی بھی مخصوص شخص کو مختلف فیہ مسائل میں سے کسی ایسے قول کو لے کر فتویٰ دیتا ہے جس سے عام لوگوں کو نہیں دیتا تو یہ بھی اتباع ھویٰ ہے۔

پھر متقدمین ومتاخرین کے حوالے سے کافی مثالیں ذکر کرنے کے بعد باجی کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں: کہ اپنی غرض یا خواہش کی اتباع میں مختلف مذاہب کی رخصتوں کے پیچھے پڑنا درست نہیں ہے کیوں کہ یہ اتباع ھویٰ کے زمرے میں آتا ہے اور کسی شخص کے لیے یہ جائز اور حلال نہیں کہ وہ اللہ کے دین میں حق کے علاوہ کوئی فتویٰ دے جس کے متعلق اس کا اعتقاد ہو کہ وہ حق ہے۔ اللہ کی رضا ہی اس کی رضا اور اللہ کا غصہ ہی اس کا غصہ ہونا چاہیے اور مفتی تو محض اپنے فیصلے میں اللہ کی طرف سے خبر دینے والا ہے تو جس چیز کے متعلق اس کا اعتقاد ہو کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ نے اسے واجب کیا ہے تو وہ اس کے علاوہ کسی چیز کی کیسے خبر دے سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہیں:

وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ[43]

"جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اس کے مطابق فیصلہ کرو اور لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کرو"۔

لہذا مفتی کے لیے جائز نہیں وہ اپنے خواہشات و اغراض کے پیشِ نظر زید کو کچھ اور عمر کو کچھ اور فتویٰ دے، بلکہ مفتی کے لیے لازم ہے کہ وہ یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے اترے ہوئے حق کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کی طلب میں اجتہاد کرے۔ نیز اللہ پاک نے اسے اس حق کی مخالفت یا اس میں تحریف کرنے سے منع کیا ہے تو اس کے اہل علم واجتہاد ہونے کے باجود اگر وہ یہ شنیع عمل کرے گا تو اس کی نجات کیسے ممکن ہو گی الا یہ کہ اللہ پاک اپنا خاص فضل کرے۔

اخیر میں شاطبیؒ خلاصہ کے طور پر بیان کرتے ہیں: کسی فقیہ کے لیے جائز نہیں کہ وہ اجتہاد کیے بغیر محض غرض اور خواہش کی بناء پر مختلف اقوال میں سے کسی قول کو اختیار کرے یا فتویٰ دے۔ اسی طرح مقلد کے لیے بھی اختلافِ اقوال کے وقت وہی کچھ لازم ہے جو مفتی پر لازم ہے کہ وہ اجتہاد کی صلاحیت نہ رکھنے کی وجہ سے مجتہد سے محض اپنے خواہش کے پیش نظر کسی مخصوص قول کو نہ لے۔ رہا مجتہد تو اسے اس معاملہ میں سب سے زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔[44]

8-بغیر دلیل کے محض فقہاء کی اختلاف کی وجہ سے کسی معاملہ کو جائز سمجھنا بھی اتباع ھویٰ ہے

شاطبیؒ نے اتباع ھویٰ کے ذیل میں ایک مستقل فصل کے تحت مذکورہ مسئلہ کو زیر بحث لایا ہے جس کا ماحصل یہ ہے: پہلے اور پچھلے زمانوں میں کچھ لوگوں نے یہ اصول بنالیا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہو تو اختلاف کو حجت بنا کر اس مسئلہ میں جواز کا قول اختیار کر لیا جاتا حالانکہ بغیر کسی دلیل کے محض مسئلہ کے مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے اسے جائز سمجھ لینا خالصتاً خطاء ہے کہ جس چیز کو شریعت نے قابل اعتماد نہیں بنایا اسے وہ معتمد بنادے اور جو حجت نہیں اسے حجت بنادے۔ یہ رویہ مراعاۃ الخلاف نہیں بلکہ اتباع ھویٰ ہے۔

خطابی اس حوالے سے تحریر کرتے ہیں: یہ (مختلف فیہ مسئلہ کو اختلاف کی وجہ سے جائز شمار کرنا) زبردست غلطی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے دو جھگڑا کرنے والوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اس تنازعہ کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹائیں وہ (خطابی) کہتے ہیں کہ اگر ایسے قائل کے مذہب کو لازم سمجھا جائے تو اس سے سود اور نکاح متعہ میں جواز کا قول اختیار کرنا پڑے گا کیوں کہ امت میں ان مسائل کے بارے میں اختلاف موجود ہے لہذا اختلافِ فقہاء کو جواز کے لیے دلیل کے طور پر لینا درست نہیں۔[45]

9-مختلف فیہ مسئلہ کو رحمت سمجھ کر اس میں تخییر کا مذہب اپنانا

ایسے لوگ جو مختلف فیہ مسئلہ کی آڑ میں تخییر کا مذہب اپنا لیتے ہیں کہ ایسے لوگ در حقیقت خواہش کی اتباع کر رہے ہوتے ہیں کہ موافق قول (جس میں ان کے لیے آسانی ہو یا کوئی دنیاوی مفاد ہو) کو حجت بنا لیتے ہیں اور مخالف (جو ذرا مشکل لگے) سے جان چھڑتے ہیں۔ لہذا ایسے لوگ موافق قول کو خواہشات کا وسیلہ بناتے ہیں نہ کہ تقویٰ کا۔ اور شارع کی تکمیل کی بجائے خواہشات کو معبود

بنا کر اس کی تکمیل کر رہے ہوتے ہیں۔ کیوں کہ وہ اپنے تقویٰ میں اپنی خواہش کا سہارا لیتا ہے اور خواہش کی اتباع میں شریعت کی مخالفت ہے اور اس لیے بھی کہ ایک عام آدمی اپنے آپ پر اہل علم کو اس لیے حاکم بناتا ہے کہ وہ اسے خواہش کی اتباع سے نکال دے۔ اسی لیے تو رسول بھیجے گئے اور کتاب اتاری گئی۔ گویا بندہ اپنے قلبی خیالات میں دو آزمائشوں (ایک فرشتہ کی اور دوسری شیطان کی) کے درمیان گھومتا ہے لیکن ہر دو میں سے کسی ایک جانب کے میلان میں بحکم ابتلاء صاحبِ اختیار ہوتا ہے۔[46] جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: {وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا، فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا}[47] {إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا}[48] {وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ}[49]

10- إِنَّ الِاخْتِلَافَ رَحْمَةٌ کا مطلب!

"إِنَّ الِاخْتِلَافَ رَحْمَةٌ" کے الفاظ سے کچھ لوگوں نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے: اقوال میں اختلاف اور ایک رائے کا پابند نہ ہونا رحمت اور فراخی ہے اور یہ لوگ اس سلسلے میں قاسم بن محمد اور حضرت عمر بن عبدالعزیز وغیرہما کی مرویات کو دلیل بناتے ہیں اور صرف اُس (تخییر) پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اُن لوگوں کی "جو مشہور قول یا دلیل کے موافق قول یا اہل علم کے ہاں راجح قول یا اس قول کو جو اکثر مسلمانوں کے ہاں معمول ہو، کی پابندی کو لازم سمجھتے ہیں" برائی بیان کرتے ہیں کہ "تم نے اللہ کی وسیع رحمت کو محدود کر دیا ہے اور لوگوں کو تنگی میں مبتلا کیا ہے"۔ حالانکہ ان کی یہ سب باتیں غلط ہیں اور شریعت کے مقاصد سے ناواقفیت پر مبنی ہیں۔[50]

11- ضرورت اور مجبوری کی آڑ میں آسانیوں کے پیچھے لگنا

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایسے مواقع کے لیے جواز کے جستجو میں ہوتے ہیں، جن کے متعلق وہ ضرورت اور مجبوری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ "مجبوریاں ممنوعات کو مباح بنا دیتی ہیں"۔ اور اس بہانہ وہ اس قول کو اختیار کرتے ہیں جو ان کی خواہشات کے موافق ہو حالانکہ مسئلہ جس حال میں واقع ہوتا ہے اس میں نہ کوئی مجبوری ہوتی ہے اور نہ ہی مرجوح قول کو اختیار کرنے یا خروج عن المذہب کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ ان سب سے غرض موجود خواہش کے موافق والے قول کو اختیار کرنا ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مجبوریوں کا میدان شریعت سے معلوم ہوتا ہے پھر اگر یہ مسئلہ ایسا ہی ہے تو صاحبِ مذہب نے صاحبِ شریعت سے اخذ کرتے ہوئے اس کی پوری پوری وضاحت کر دی ہو گی۔ لہٰذا دوسرے مذہب کا قول اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر مسئلہ ضروریات کی قبیل سے نہیں اور گمان کرنے والے نے ایسا گمان کر لیا تو بہت بڑی غلطی و بھول ہے اور اس کا دعویٰ غیر مقبول ہو گا۔

مذکورہ مسئلہ کی تائید میں مصنف نے متعدد مثالیں اور سلف کے اقوال ذکر کیے ہیں پھر آگے چل کر تحریر کرتے ہیں: یہ آسانیوں کے پیچھے پڑنا اور اس کی تائید میں آحاد وغیرہ سے استدلال کرنا، یہ تکلیف کو ساقط کرنے کی طرف لے جاتا ہے کیوں کہ تکلیفیں تو سب ہی

بھاری مشقتیں ہیں۔اسی لیے اس کا نام تکلیف رکھا گیا ہے جو کلفت سے ماخوذ ہے جس کا معنی مشقت ہے تو جب تکلیف میں مشقت لاحق ہو اور یہ دلائل (یعنی تیسیر والے فقہی قواعد اور خبر آحاد) اس کے اٹھانے کا تقاضا کرتے ہیں تو یہ بات طہارت، نمازوں، زکوۃ، حج اور جہاد سب میں لازم آئے گی اور کہیں نہ رکے گی الا یہ کہ بندوں پر کوئی بھی تکلیف (حکمِ شرعی) باقی نہ رہے اور یہ محال ہے اور جو بات محال کی طرف لے جائے وہ بھی محال ہوتی ہے۔[51]

12-شریعت اور اختلاف

امام غزالیؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے: کہ درحقیقت شریعت میں کوئی اختلاف نہیں اور نہ ہی اختلاف مقصدِ شارع ہے البتہ خارج میں جو اختلاف واقع ہوا ہے اس کی وجہ مکلفین کے افکار کا مختلف ہونا ہے اور (تکوینی طور) پر مکلفین کی آزمائش ہے کہ کون تیسیر و رخص کی آڑ میں اور کون شدت کی آڑ میں اتباع ھوی کا شکار ہوتا ہے اور کون اعتدالِ یعنی صراطِ مستقیم پر چلتا ہے۔[52]

13-شریعت میں اصلاً کوئی اختلاف نہیں ہے

دلائلِ نقلی و عقلی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شریعت میں اصلاً کوئی اختلاف نہیں اور اقوالِ مختلفہ متعارضہ میں سے شریعت ایک قول کی طرف لوٹتی ہے لہذا شریعت میں اختلاف کا ہونا کوئی ممدوح شئ نہیں بلکہ مذموم ہے۔اس لیے مجتہد کے لیے ناسخ و منسوخ سے واقف ہونا ضروری ہے کیوں کہ شریعت میں دو مختلف متعارض باتیں جمع نہیں ہو سکتی اگر اختلاف ممکن ہوتا تو پھر ناسخ و منسوخ سے واقفیت اتنی ضروری نہیں سمجھی جاتی اسی طرح شریعت میں اگر اختلاف کے صحت کو فرض کیا جائے تو اس سے تکلیف مالا یطاق لازم آتا ہے، کیوں کہ شارع کا قصد ایک ہی ہے اور اجتہاد اسی قصد کے استقراء کے لیے کیا جاتا ہے۔

اسی طرح صحابہ اور مجتہدین کا اختلاف بحیثیت اختلاف کوئی رحمت نہیں البتہ یہ جو کہا گیا ہے کہ اختلاف رحمت ہے یہ اجتہاد کی طرف رغبت دلانے کے لیے کہا گیا ہے اور عملاً جو اختلاف واقع ہوتا ہے اس کی وجہ افکار و فطرتوں کا اختلاف ہے جبکہ شارع کا قصد ہر صورت میں ایک ہی ہوتا ہے۔[53]

مذکورہ بیان سے بظاہر دو متضاد باتیں سامنے آرہی ہیں، ایک طرف وہ دین میں آسانی اور تیسیر والے پہلو کے قائل ہیں اور رخصت کی اجازت دیتے ہیں اور دوسری طرف وہ رخصتوں کے پیچھے پڑنا اور آسانیاں تلاش کرنے کو اتباع ھویٰ قرار دیتے ہیں؛ لیکن درحقیقت اگر غور کیا جائے تو ان دونوں باتوں میں کوئی حقیقی تضاد نہیں ہے کیوں کہ آپ مقاصدِ شریعت کی روشنی میں دین میں آسانی اور تیسیر کے قائل ہیں اور اس تیسیر والے پہلو کو مقصدِ دین قرار دیتے ہیں البتہ آپ کے نزدیک اگر کوئی مقلد یا مجتہد دلیل کی قوت کو دیکھے بغیر محض اپنی آسانی اور خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے اور عمل سے جان چھڑانے کی وجہ رخصتوں کے پیچھے پڑے، تو یہ اتباع ھویٰ ہے کیوں کہ دین کا ایک مقصد جیسے تیسیر ہے اسی طرح ایک مقصد اتباع ھویٰ سے بچنا بھی ہے۔

خلاصہ کلام

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ اتباع ھویٰ سے بچتے ہوئے، آسان مذہب کو اختیار کرنا درست ہے؛ لیکن اس میں چند امور کی رعایت رکھنا ضروری ہے، مثلاً: آسان مذہب اختیار کرنے سے مقصود، مقاصدِ شریعت کی حفاظت و رعایت ہو کہ اس سے اس کی تشریعی حکمتوں اور پالیسیوں کا تحفظ ہو۔ آسان مذہب اختیار کرنا ایسی تلفیق کا سبب نہ بنے جو ممنوع ہو، جیسے محرماتِ شرعیہ یعنی شراب، سود اور زنا وغیرہ حلال کرنے والی تلفیق نہ ہو۔ ایسر المذاہب یعنی آسان صورت اختیار کرنے کا عمل صرف ان عملی مسائل میں ہوگا جن حکم ظنی طریقے سے ثابت ہو۔ اسی طرح آسان مذہب اختیار کرنے کی صورت میں شریعت کے قطعی دلائل کا تعارض پیش نہ آتا ہو اور نہ ہی اس سے شریعت کے عام اصول و مبادی متاثر ہوتے ہوں۔

حوالہ جات

1: القرآن، البقرۃ،2: 185
2: القرآن، الحج،22 : 78
3: القرآن، البقرۃ،2:286
[4]: بخاری، محمد بن اسماعیل، جامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ: الأولی، 1422ھ۔ کتاب الایمان، باب الدین یسر، ج: 1، ص: 16، حدیث نمبر: 39۔
[5]: النیسابوری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت۔ کتاب الطلاق، 4 - باب بيان أن تخيير امرأته لا يكون طلاقا إلا بالنية، ج: 2، ص: 1104، حدیث نمبر: 1478۔
[6]: بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاداب، باب قول النبي ﷺ: «يسروا ولا تعسروا»، ج: 8، ص: 30، حدیث نمبر: 6124۔
[7]: ایضاً، حدیث نمبر: 6125۔
[8]: نضرۃ النعیم فی مکارم أخلاق الرسول الکریم- صلی اللہ علیہ وسلم، دار الوسیلۃ للنشر والتوزیع، جدۃ، الطبعۃ الرابعۃ۔ ج: 2، ص: 10۔
9: القرآن، الروم، 30 : 29
[10]: القرآن، الفرقان، 25: 43۔
[11]: القرآن، القصص، 28: 50۔
12: القرآن، البقرۃ، 2: 185۔
13: القرآن، الحج، 22 : 78۔
14: القرآن، البقرۃ، 2:286۔
15: القرآن، ص، 38:26۔
16: القرآن، ص، النازعات، 79: 40-41۔

17: القرآن،البقرۃ،2: 35۔
18: ابن امیر الحاج، محمد بن محمد،التقریر والتحریر فی علم الاصول، دار الفکر، بیروت، طبع:1417ھ۔ج:3،ص:375۔
19: قرافی،الاحکام فی تمیز الفتاویٰ عن الاحکام، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ص:250۔
20: زحیلی، وھبۃ،الفقہ الاسلامی وادلتہ ، دار الفکر، دمشق، الطبعۃ الثانیۃ:1985۔ج:1،ص:86۔
21 : بأمیر بادشاہ، محمد امیب، تیسیر التحریر، دار النشر/دار الفکر۔الباب الخامس من الأبواب الخمسة من المقالة الثانية في أحوال الموضوع، المقالة الثالثة في الاجتهاد وما يتبعه من التقليد والإفتاء،ج:4،ص:370۔
22: لکھنوی،عبد العلی نظام الدین الانصاری، فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، دار الکتب العلمیۃ،1423ھ-2002ء۔ج:2،ص:438۔
23: أصبھانی، احمد بن عبد اللہ، حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، دار الکتب العلمیۃ- بیروت (طبعۃ 1409ھ۔ج:3،ص:32۔
24: عز ابن عبد السلام، کتاب الفتاویٰ، دار المعرفۃ،1406ھ- 1986ء۔ص:122۔
25: زرکشی، بدر الدین، البحر المحیط فی أصول الفقہ، دار الکتبی،1414ھ- 1994م۔مسألة تتبع الرخص في كل مذهب،ج:8،ص:381۔
26: غزالی، محمد بن محمد، المستصفی، دار الکتب العلمیۃ،1413ھ- 1993م۔ الفن الثالث في الترجيح وكيفية تصرف المجتهد عند تعارض الأدلة، المقدمة الأولى في بيان ترتيب الأدلة،ص:374۔
27 : شاطبیؒ،إبراھیم بن موسی، الموافقات، دار ابن عفان،1417ھ/ 1997م۔ ج: 5، ص76 وایضا ص:82-23۔
28: عطار، حسن بن محمد بن محمود العطار الشافعی، حاشیۃ العطار علی جمع الجوامع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ج:2،ص:442۔
29: ابن صلاح، ابو عمرو، تقی الدین عثمان بن عبد الرحمٰن، أدب المفتی والمستفتی، مدینہ منورہ، مکتبۃ العلوم والحکم،2002ء۔ج:1،ص:111۔
30 :ترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، دار الغرب الاسلامی۔بیروت،1998م۔ ابواب النكاح، باب ما جاء في النهي عن التبتل،ج:2، ص:385،حدیث:108۔
31: بخاری، جامع الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب من شكا إمامه إذا طول،ج:1،ص:142،حدیث:705۔
32: ایضا،حدیث:702۔
33: بخاری،، جامع الصحیح، كتاب الايمان، باب الدين يسر،ج:1،ص:16،حدیث نمبر:39۔۔
34: نیسابوری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها،ج:1،ص:542،حیدث:785۔
35: ایضا،كتاب صفة القيامة والجنة والنار،ج:4،ص:2117،حیدث:2818۔
36:بخاری، جامع الصحیح، کتاب الصوم، باب الوصال، ومن قال: «ليس في الليل صيام»،ج:3،ص:37،حدیث:1961۔
37:شاطبیؒ،الموافقات،ج:5،ص:277 – 277۔
38: سورۃ النسآء،4: 59۔
39: شاطبیؒ،الموافقات،ج:5،ص:97 – 99۔
40:شاطبیؒ،الموافقات،ج:5،ص:278۔

41: ایضا،ج:5،ص:82- 83۔

42: شاطبیؒ،الموافقات،ج:5،ص:78۔

43: سورۃ المائدۃ،5: 46۔

44: شاطبیؒ،الموافقات،ج:5،ص:84۔

45: ایضاً،ج:5،ص:92 -93۔

46: ایضاً،ج:5،ص:96۔

47: سورۃ الشمس،7 – 8۔

48: الدھر،3۔

49: البلد،10۔

50: شاطبیؒ،الموافقات،ج:5،ص:94۔

51: ایضا،ج:5،ص:100- 105۔

52: ایضا،ج:5،ص:78۔

53: ایضا،ج:5،ص:73۔